تصدیق
جلد ۰۲ شمارہ ۰۵، ۲۰۲۳

Article

PERSIAN POETRY OF AMIR ALI SHIR NVAI

امیر علی شیر نوایی کی فارسی شاعری

Dr. Uzma Zareen Nazia*[1]
[1] Department of Persian, Oriental College Punjab University Lahore
*Correspondence: Uzma_persian@yahoo.com

[1] دکتر عظمیٰ زرین نازیہ

[1] استاد زبان و ادبیات فارسی دانشکدہ خاور شناسی، دانشگاہ پنجاب، لاہور، پاکستان

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/p31j0515
Received:25-09-2023
Accepted:20-10-2023
Online:21-10-2023

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Amir Ali Shir Nvai(1440-1501A.D) was a well known poet of Turkish and Persian language as well as writer, linguist, statesman, musician and painter. He has left remarkable assets in Chughtai literature and construction works in his era like Madrassa-e-Nezamia Herat, ikhlasia, mosques ,libraries and bridges etc.
This article throws light on his biography, writings and his works and services in the best of common man. Persian poetry of Nvai especially under influence of Saadi Sherazi and Hafiz Sherazi has been discussed which shows his command on Persian language besides Turkish language.

KEYWORDS: Nvai, Herat, Turkish language, Persian language, Madrassa-e-Nezamia.

معروف شاعر اور نثر نگار امیر علی شیر نوایی کا لقب نظام الدین ہے۔ ان کا شمار صفِ اول کے ترک ادباء اور مصنفین میں ہوتا ہے۔ علی شیر نوایی نے ترکی ادب میں بہت سے تحقیقی اور گراں قدر آثار یادگار چھوڑے ہیں۔ علی شیر نوایی ۱۷ رمضان المبارک ۸۸۴ق / ۱۴۴۰م میں ہرات میں پیدا ہوئے(۱)۔ اس کے والد امیر غیاث الدین کچکنہ بہادر کا شمار تیموری عہد کے ان اہم عہدے داروں اور رؤساء میں ہوتا ہے جو سلطان ابوالقاسم بابر بن بایسنغر اور سلطان ابو سعید میرزا کے مزاج شناس تھے اور اس کے مقربین میں شامل تھے۔(۲)

شاہ رخ مرزا کی وفات ۸۵۰ق / ۱۴۴۶م کے بعد 'کچکنہ بہادر'، علی شیر نوائی کو اپنے ہمراہ شیراز لے گئے۔ دس برس کے تھے جب خراسان آئے اور مشہد میں ابوالقاسم بابر میرزا کے حضور پہنچے۔ بابر میر نوایی کی ذہانت اور دانشمندی سے بہت متاثر تھا اور اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارتا تھا۔(۳)

دولت شاہ سمرقندی، نوائی کے والد کے علم و فضل کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"کچکنہ بہادر مدبر ملک و معتمد علیہ و مشار علیہ بود۔"(۴)

وہ بچپن ہی سے ہرات میں سلطان حسین میرزا بایقرا کا مصاحب اور ہم مکتب تھا۔(۵) بابر میرزا کی وفات کے بعد نوایی سمرقند چلا گیا اور مدرسہ خواجہ فضل ابو اللیثی میں معروف شعراء، ادباء، علماء اور اہل نجوم سے کسب فیض کیا اور علمی اور ادبی مباحث میں بھی حصہ لیتا رہا۔(۶) اور یہیں تعلیم مکمل کی اور جب سلطان حسین میرزا مشہد سے مرو گیا تو نوایی نے ہرات میں سلطان ابو سعید کے ہاں ملازمت کر لی اور نہ صرف علمی مراتب حاصل کیے بلکہ مقامات سلوک بھی طے کر لیے۔ سلطان حسین میرزا بایقرا کے دور میں سلطان احمد میرزا سے اجازت لے کر ہرات روانہ ہو گیا اور امراء اور حکومتی عہدے داروں کے درمیان مقبول ہوا۔

سلطان حسین میرزا نے نوائی کو امارت و وزارت سے سرافراز کیا اور اس کی ذہانت، روحانیت اور اعلیٰ صفات کی بدولت سلطان کی طرف سے "اعتماد الدولہ اور رکن السلطنت" جیسے القاب سے ملقب ہوا۔(۷) دربار میں علی شیر نوایی کی موجودگی ریاستی امور اور ثقافت میں ایک بڑی تبدیلی کا باعث بنی۔ نوایی سیاست اور ثقافت دونوں میں کچھ نیا پن لانا چاہتا تھا۔

بقول ملک الشعراء بہار:

"چون اخگری کہ ناگہان خانہ را روشن کند با تابشی قوی بہ کار ترویج فرہنگ و ادبیات پرداخت"(۸)

اگرچہ سلطان حسین بایقرا نے 'نوایی' کو مازندران کی فرمانروائی سونپی اور وہ ایک سال دارالحکومت "استر آباد" میں رہا۔ لیکن علمی، اجتماعی اور تہذیبی مسائل کی طرف شدید رجحان نے اس کو اس منصب کو چھوڑ کر ہرات آنے پر مجبور کر دیا۔ بعد ازاں وہ سلطان حسین میرزا کے حضور عزت و احترام کے ساتھ رہا۔(۹) نوایی نے ہمیشہ درویشی کو مناصب سلطانی پر ترجیح دی، اسی وجہ سے ایک لمحہ بھی راہِ طریقت سے غافل نہ ہوا۔(۱۰)

"چون سمند همت بر سر اندیشه ای که همیشه داشت براند و چنان توجه فرمود که سلطان را محل
درخواست نماند و سپاه و اساس سپه داری خود را به سلطان سپرد و روی به ترتیب ارباب فضل و کمال
آورد"۔(۱۱)

جس سیاسی اور سماجی ماحول میں میر علی شیر نوایی نے پرورش پائی وہ ان کی مادی اور روحانی زندگی کے ارتقاء اور ترقی کے لیے نہایت سازگار تھا۔ اور یقیناً یہ اثرات وسط ایشیا میں رونما ہونے والے تاریخی واقعات کا نتیجہ تھا۔(۱۲)

جب سلطان حسین میرزا استر آباد سے واپس لوٹ رہے تھے اور نوائی ان کے استقبال کے لیے تشریف لائے اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے اتوار جمادی الاول ۹۰۶ق کو وفات پا گئے۔ بہت سے شعراء نے ان کے مرثیے اور قطعات تاریخ وفات لکھے ہیں۔ جن میں سے "خواند میر" نے "انوار رحمت" (۹۰۶ق) اس کی وفات کا مادہ تاریخ لکھا ہے۔

جناب امیر ہدایت پناہی
کہ ظاہر ازو گشت گلزار رحمت
شد از خار زار جہان سوی باغی
کہ آنجا شگفتت گلزار رحمت
چو نازل شد انوار رحمت بہ روحش
یعو سال فوتش ز "انوار رحمت" (۱۳)

خواجہ آصفی کے ہاں بھی ایک مرثیہ ملتا ہے:

حیف از آن اندام ھای ہمچو گل در زیر گل
با گل اندامان از این سودا فراوان کردہ(۱۴)

"مولانا صاحب دارا" نے بھی ایک مرثیہ کہا ہے جس کے ہر شعر کا پہلا مصرع تاریخ ولادت ہے اور دوسرا مصرع تاریخ وفات ہے:

ای فلک بیداد وبی رحمی بدینسان کردہ ای
ای اجل ملک جہان را باز ویران کردہ ای
کردہ ای جان بر کمین بنھادہ ام دام فنا
ہر زمان از کینہ جویی صد صید جان کردہ ای(۱۵)

نوائی کے جسد خاکی کو اعزاز کے ساتھ ہرات کی عید گاہ میں جامع مسجد کے شمال میں دفن کیا گیا۔(۱۶)

امیر علی شیر نوائی اواخرِ عمر تک تنہا رہے۔ وہ بہت زود رنج تھے اور لوگ ان کی اس نازک مزاجی کی وجہ ان کے غرور اور دولت کو سمجھتے تھے جبکہ وہ فطرتاً حساس طبیعت تھے۔(۱۷)

نوائی "ذواللسان" شاعر تھے۔ ان کی شاعری کے دو دیوان ہیں۔ ایک ترکی زبان میں اور دوسرا فارسی زبان میں۔ وہ ترکی شاعری میں نوائی جبکہ فارسی میں فانی تخلص کرتے تھے۔(۱۸) نوائی کو پدر زبانِ ترکی چغتائی اور ہرات کے مکتبۂ فکر کا بانی کہنا بے جا نہ ہو گا۔ اس نے زبانِ ترکی چغتائی کو ایک نئی روح بخشی اور اس کے متاخرین نے ہمیشہ اس کی پیروی کی ہے۔

نوائی اور جامی:

نوائی عبدالرحمن جامی سے عقیدت رکھتے تھے اور جامی کی ہدایت پر ہی سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے۔ اس نے جامی کی تعریف میں ایک مفصل قصیدہ "تحفۃ الابرار" نظم کیا جو در حقیقت "شیخ فرید الدین عطار" کے قصیدہ "دریایِ ابرار" کی پیروی میں ہے۔ قصیدے کا مطلع کچھ یوں ہے:

آتشین لعلی کہ تاج خسروان را زیور است

اخگری بہر خیال خام پختن در سر است(۱۹)

جب مولانا جامی حجاز سے لوٹے تو میر علی شیر نوائی درج ذیل رباعی استقبال کے موقع پر کہی:

انصاف بدہ ای فلک مینا فام

زین ھر دو کدام خوبتر کرد خرام

خورشید جہان تاب تو از مطلع صبح

یا ماہ جہانگرد من از جانب شام(۲۰)

نوائی کی کتاب "خمسۃ المتحیرین" دراصل ترکی زبان میں مولانا جامی کی سوانح عمری ہے۔(۲۱) امیر علی شیر نوائی کے ترکی خمسے کو عبدالرحمن جامی اپنی مثنوی "خرد نامۂ سکندری" میں یوں تعریف کرتے ہیں:

بہ ترکی زبان نقش آمد عجب

کہ جادو دمان بود مُہر لب(۲۲)

ان کے آثار میں ایک رسالہ "مفردات" کے نام سے ہے جو فنِ معما پر ۸۹۸ق / ۱۴۹۲ء میں انہوں نے عبدالرحمن جامی کے لیے لکھا۔(۲۳)

آثار نوائی:

نوائی نے جو قابلِ قدر تالیفات یادگار چھوڑی ہیں ان میں مجالس النفائس (ترکی چغتائی)، "لسان الطیر "منطق الطیر عطار کی تقلید میں، منشات (ترکی)، منشات (فارسی) اور ترکی زبان میں شاعری کے چار دیوان، جن کے نام اس طرح سے ہیں:

غرایب الصغر، نوادر الشباب، بدایع الواسط، فوایدالکبر ہیں اور خمسہ نظامی گنجوی کی تقلید میں ترکی میں ایک خمسہ ہے۔(۲۴)

مخزن الاسرار کے جواب میں "حیات الابرار"، فرہاد و شیرین، لیلی و مجنون، ہفت گنبد کے جواب میں سبعہ سیارہ اور سد سکندری۔ نوائی کے دیگر آثار میں نظم الجواہر (فارسی)، نثر اللیالی، نسایم المحبۃ، قصہ شیخ صنعان، عروض ترکی، تواریخ و قضیہ، سید حسن اردشیر کی سوانح حیات، حالات پہلوان محمد ابوسعید اور در محبوب القلوب سد سکندری۔(۲۵)

نوائی کا فارسی دیوان چھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ نوائی نے استاد شعراء کی پیروی کی اور دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض جگہ خود کو ان سے بہتر گردانا۔(۲۶)

نوائی کا فارسی دیوان 'رکن الدین ہمایون فرخ' نے تہران سے انتشارات ابن سینا کی طرف سے ۱۳۴۲ میں چھاپا۔

دوسری یادگار تصنیف "چہل حدیث" کا فارسی سے ترکی ترجمہ ہے اور کتاب "نثر اللیالی" جو حضرت علی کے اقوال ہیں جنہیں نوائی نے ۲۶۰ ترکی وفارسی رباعیات میں ڈھالا ہے۔ اور اسے "نظم الجواہر" کا نام دیا ہے۔(۲۷) اور انہیں رباعیات میں اپنے پشتو دیوان کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔(۲۸)

امیر علی شیر نوائی کی عروض کے موضوع پر ایک کتاب "میزان الاوزان" کے نام سے ترکی زبان میں ہے۔

ظہیر الدین بابر نے عروض پر ایک رسالے میں ۵۰۰ اوزان درج کیے ہیں۔ نوائی کی میزان الاوزان کے متعلق اس کی رائے بہت مثبت تھی اور "بابرنامہ" میں "امیر علی شیر نوائی" کی شرح حال میں لکھتا ہے:

> "بسیار فحول است و در بیست و چہار وزن رباعی در چہار وزن غلط کردہ در اوزان بعضی ہم خطا کردہ است، کسی کہ متوجہ بہ عروض او شود معلوم خواہد شد۔"(۲۹)

شفیقہ یارقین یوں لکھتا ہے:

> "میزان الاوزان امیر علی شیر نوائی بہ صورت فشردہ نوشتہ شدہ است وفقط بہ معرفی بحرہای عروضی و مثمن یا مسدس بودن آن بسندہ کردہ و با ذکر چند مثال شعری بحث خود را بہ پایان رساندہ است"۔(۳۰)

بابر نے اس کے رسالہ عروض پر تنقید کے علاوہ اس کے فارسی اشعار کے بارے میں بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتا ہے:

> "دیوان فارسی ہم ترتیب کردہ و در فارسی فانی تخلص کردہ، بعضی ابیات او بد نیست ولی اکثر سست و فروند۔"(۳۱)

چونکہ امیر علی شیر نوائی کی شاعری میں اکثر الفاظ دور از فہم تھے اس لیے سلطان حسین میرزا بایقرا کے حکم پر "بدایع اللغات"(۳۲) کے عنوان سے ایک لغت تالیف کی گئی جو بعد ازاں ۱۰۸۴ق / ۱۶۷۳ء میں "طالع ہراتی" نے تجدید نظر کے بعد شایع کی۔(۳۳) بعد ازاں نادر شاہ کے منشی خاص میرزا مہدی خان استر آبادی نے "فرہنگ سنگلاخ" کے عنوان سے ایک فرہنگ لکھی اور اپنی کتاب کے مقدمہ میں نوائی کے آثار میں مشکل الفاظ کے معنی سمجھنے کے لیے لکھی گئی فرہنگ چغتائی کی اہمیت پر لکھا ہے۔(۳۴)

بوروف کووف کے مطابق

> "زبان نوائی باتماس بسیار بالہجہ ھای مختلف وزندہ اقوام اوزبکی کہ در زمان تیموری ھادر دشت فرغانہ و ایالت سمرقند در شمال افغانستان اقامت داشتند تنظیم یافتہ وبسیاری از کلمات زبان فارسی و حتی بعضی از اصطلاحات مخصوص و خصوصیات دستوری آن داخل این زبان گردیدہ است۔"(۳۵)

ترکی چغتائی کی طرف نوائی کا رجحان قابلِ توجہ ہے۔ اس نے ترکی زبان کے مقابل فارسی میں ایک رسالہ "محاکمۃ اللغتین" تالیف کیا ہے۔ یہ رسالہ دراصل ترکی اور فارسی زبان کا تقابلی جائزہ ہے۔

وہ ترکی کو فارسی پر فوقیت دیتا دکھائی دیتا ہے۔ اور اس کے مطابق ترکی زبان اظہارِ خیال وندرت معانی میں فارسی سے کہیں زیادہ وسعت اور گہرائی و گیرائی رکھتی ہے اور نمونے کے طور پر ترکی کے ۱۰۰ الفاظ بھی نقل کرتا ہے جن کا فارسی میں کوئی مترادف نہیں ملتا۔ نوائی خاتمہ میں ایک نکتے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ

> "چنان می پندارم کہ بہ فصحای ترک حقی بزرگ راثابت کردم کہ بر حقیقت زبان والفاظ و عبارات و کیفیت لغات خود واقف شوند واز طعن فارسی گویان رھائی یابند۔"(۳۶)

نوائی اور عمومی ادب:

ترک سیاست، ثقافت اور ادب کے میدان میں امیر علی شیر نوائی کی نمایاں موجودگی نے اسے اس دور کے شعراء اور دانشوروں میں اہم مقام دیا۔ عوام کو اس سے دلی لگاؤ تھا۔ اور اس تعلق خاطر کی جھلک ازبکی داستانوں اور عمومی ادب میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ نوائی نے تہذیب وسیاست کے میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ مثلاً مدارس کی تعمیر، مساجد، ہسپتال، حمام، باغ، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے کے لیے کافی تھیں۔ دانشمندوں، ادیبوں، ہنرمندوں، نقاشوں اور معماروں کو بھی اس کی حمایت حاصل تھی۔ اور اسی طرح کے دیگر معاشرتی اور اقتصادی اقدامات کر کے عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتا تھا۔ اس کی عوامی خدمات نے اسے عوام الناس میں مقبول کر دیا اور نتیجتاً اس کے قصّے عام لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئے اور عوام کی زبان پر آ گئے اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے بعد میں آنے والی نسلوں تک پہنچ گئے۔ "نوائی و چوپان" (نوائی اور گڈریا)، "شیرین تر از ھر چیز در جہان چیست"، "عکس در کجاست"، "قصہ عاشقانہ گلی"، "سلطان و چہل وزیرش" ایسے تمام قصے نوائی کے نام سے ازبکی ادب میں معروف ہیں۔

عمارت سازی اور آباد کاری کی طرف رجحان:

تعمیرات اور آباد کاری کی طرف خاص توجہ ہونے کے باعث اس نے بہت سے مدارس، مساجد، کاروان سرائے، خانقاہیں، پُل اور مقبروں کی بنیاد رکھی۔ ان عمارات کی تعداد ۳۷۰ تک جا پہنچتی ہے۔

اس کی معروف ترین تعمیرات میں سے ایک "جامع مسجد ہرات" ہے۔ جس کی ملمع کاری اور کاشی کاری پر اس نے خطیر رقم خرچ کی۔(۴۰) آب چشمہ گلسپ جو عرف عام میں "گلابس" کہلاتا تھا اس کا رخ طوس سے مشہد کی طرف موڑ دیا۔ مشہد میں صحن عتیق امام رضا میں "دیوان جنوبی" کی تعمیر، نیشاپور میں شیخ فرید الدین عطار کے مقبرے کی تعمیر، رباط سنگ بست، امیر قاسم انوار کے مقبرے کا سنگ بنیاد، اور درجنوں تعمیرات افغانستان اور ازبکستان میں ہیں جن کا ذکر اس دور کے تاریخی متون میں ملتا ہے۔ مدرسۂ نظامیہ ہرات کا قیام بھی امیر علی شیر نوائی کا اقدام کہا جا سکتا ہے۔(۴۱) وقف مدارس میں 'مدرسۂ اخلاصیہ' کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اس مدرسہ کے انڈوومنٹ سرٹیفکیٹ (Endowment Certificate) کی ایک نقل ملک کی لائبریری میں موجود ہے۔ خانقاہِ اخلاصیہ اور دار الشفائی شفائیہ، ہرات میں مدرسۂ اخلاصیہ کے مغرب میں واقع تھا۔ جہاں غیاث الدین محمد کے زیر نگرانی طبی علوم کی تدریس ہوتی تھی۔ بہت سے معروف علماء مثال کے طور پر خواند میر اور اس کے پوتے "اخلاصیہ" میں رہتے اور کام کرتے تھے اور نوائی کی طرف سے مالی امداد بھی ملتی رہتی تھی۔ (۴۲) اس مکان میں ادبی مجالس کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا جن کی صدارت عموماً نوائی خود کرتے تھے۔

نوائی کو موسیقی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ وہ ایک ماہر موسیقار اور عظیم مصور تھا وہ اہل ہنر اور مصوروں کو سراہتا اور ان کا ساتھ دیتا تھا۔ ان معروف خطاطوں، نقاشوں، موسیقاروں، پہلوانوں اور ہنر مندوں میں بہزاد، سلطان علی مشہدی، شاہ مظفر، مروارید کرمانی، حسن عودی جیسے نام شامل تھے۔(۴۳)

نوائی نے اپنی لائبریری میں انتہائی نایاب اور نفیس کتب جمع کر رکھی تھیں۔ ہنر مندوں اور خطاطوں کی ایک بڑی تعداد وہاں مشغول کار رہتی تھی۔ مولانا محمد ذوفنون اس کے کتابدار تھے۔ مدرسۂ نظامیہ ہرات کی لائبریری بھی علی شیر نوائی کی کاوش ہے۔(۴۴)

نوائی کی فارسی شاعری بھی اس کی ترکی شاعری کی طرح قابلِ توجہ اور دلچسپ ہے۔ اس کے اشعار کی گہرائی اس کی قدرتِ کلام کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس نے کلاسیکی شعراء کی تضمین و تقلید بھی کی ہے۔ جس نے اس کے شعر کی قدر و قیمت بڑھا دی ہے۔ وہ خود ترکی اور فارسی زبان میں اپنی قادر الکلامی پر افتخار کرتا ہے:

معنی شیرین ور نگینم بہ ترکی بی حد است
فارسی ہم لعل و دُرھایِ ثمین گر بنگری
گوئیا در راست بازار سخن بگشادہ ام
یک طرف دُکّان قنّادی و یکسو زرگری

زین دکان ہا ہر گدا کالا کجا خواہد خرید

زانکہ باشد اغنیا این نقدھا را مشتری(۴۵)

نوایی کی فارسی شاعری میں حافظ، سعدی، امیر خسرو دہلوی، عبدالرحمن جامی، مولانا شھابی، مولانا کاھی وغیرہ کے تتبع میں اشعار ملتے ہیں۔ نوایی کا دیوان غزلیات ، رباعیات، مفردات اور معمّات پر مشتمل ہے۔ قصیدہ اور مثنوی کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں کرتا۔(۴۶)

نوایی بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہے۔اس کی غزل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک وہ غزلیات جن کو وہ ”اختراع“کا نام دیتا ہے۔یعنی وہ غزلیات جو اس نے اپنے ذوق کے مطابق کہیں اور ان میں کسی اور شاعر سے قافیہ یا وزن مستعار نہیں لیا۔دوسری وہ جن کو وہ تتبع میں شمار کرتا ہے۔وہ غزلیات ہیں جن میں وہ دیگر معروف شعراء کی پیروی کرتا ہے۔(۴۷)”بانو شگفتہ“کے مطابق ”یکی از بہترین تتبع واستقبال کنندہ روش شیخ سعدی در قرن نھم ہجری قمری ھمانا علی شیر نوایی است“۔(۴۸)

مثال کے طور پر سعدی کی یہ غزل:

وہ کہ گر من باز بینم روی یارِ خویش را

تا قیامت شکر گویم کردگار خویش را(۴۹)

”فانی“یوں استقبال کرتا ہے(علی شیر نوایی فارسی شاعری میں 'فانی' تخلص کرتے تھے)۔

ھر کہ از تب زرد یابم گلعذار خویش را

در خزان رو کردہ بینم نو بہار خویش را(۵۰)

سعدی:

بر من کہ صبوحی زدہ ام خرقہ حرام است

ای مجلسیان راہ خرابات کدام است(۵۱)

فانی:

می آیینہ گون صاف وقدح آیینہ فام است

جز عکس رخ یار درووانگہ حرام است(۵۲)

سعدی:

دیدہ از دیدار خوبان بر گرفتن مشکل است

ہر کہ ما را نصیحت می کند بی حاصل است(۵۳)

فانی:

می رود یار جدا از و کار بر من مشکل است
داغ ہجرم بر تن و نیش فراقم بر دل است(۵۴)

سعدی:

دیدار می نمایی و پرہیز می کنی
بازار خویش و آتش ما تیز می کنی(۵۵)

فانی:

ہر سو سمند خویش، سبک خیز می کنی
زان باد آتش دلِ ما تیز می کنی(۵۶)

استاد غزل سعدی کے ساتھ ساتھ نوایی، حافظ شیرازی سے ایک شاعر عرفان و تصوف کے طور پر متاثر نظر آتا ہے۔ وہ حافظ کے تتبع میں غزل کہتا ہے۔"ہمایوں فرخ" کے بقول علی شیر نوایی جب حافظ کی پیروی میں شعر کہتا ہے تو عموماً تشبیہات، استعارات، اصطلاحات اور کنایات حتی کہ مضامین شعری کا عکس بھی واضح دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر چند شعر جو نوایی (فانی) نے حافظ کے تتبع میں کہے ہیں۔ ذیل میں درج ہیں:

حافظ:

ما چو دادیم دل و دیدہ بہ طوفانِ بلا
گو بیا سیل غم و خانہ ز بنیاد ببر(۵۷)

فانی:

خانہ توبہ چو بنیاد نہادم بہ ورع
سیل می گو روا این خانہ ز بنیاد ببر(۵۸)

حافظ:

بہ می سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بی خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا(۵۹)

فانی:

درآمدی چو بہ دیر مغان بہ سجدۂ بت

اشارت ار کندت پیر دیر روی متاب(٦٠)

حافظ:

اگر بہ دستِ من افتد فراق را بکُشم

کہ روز ہجر سیہ باد و خانمان فراق(٦١)

فانی:

شراب و عشق سیہ کرد روزگارِ مرا

کہ روز عشق سیہ باد و روزگار شراب(٦٢)

حافظ:

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود

آدم آورد درین دیر خراب آبادم(٦٣)

فانی:

وطنم گلشن فردوس برین بود ولی

بہ گناہ پدر از چرخ بہ خاک افتادم(٦٤)

نوائیؔ(فانیؔ) اپنے عمدہ و اعلیٰ افکار کے باعث آج بھی اپنے زمانے کا بہت ہی نادر خیال سخنور، ایک اچھا قلمکار، فلسفی، خوش خلق اور روشن فکر شمار ہوتا ہے۔(٦٥)

حواشی

١۔ تحفۂ سامی، ص ٢٥٧

٢۔ تاریخ ادبیات ایران، ج٣، ص ٢٨٣

٣۔ تذکرہ مجالس النفائس، ص ١٣٣

٤۔ تذکرہ دولتشاہ سمرقندی، ص ٣٦٩

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

۵۔ تحفہ سامی، ص۲۵۷

۶۔ تذکرہ مجالس النفایس، ص۱۳۴

۷۔ امیر علی شیر نوایی، نیکوہمت محمد وحید، س۱۰، ش۴، ص۴۲۹؛ حبیب السیر، ج۴، ص۱۰۵۹

۸۔ سبک شناسی، ملک الشعراء، ج۳، ص۲۰۸

۹۔ "میر علی شیر نوایی" قویم الدولہ، ارمغان، ش۳، ص۹۶

۱۰۔ تاریخ ادبیات ایران، ج۳، ص۳۸۲؛ میر علی شیر نوایی، قویم الدولہ، ارمغان، ش۳، ص۹۲

۱۱۔ تذکرہ مجالس النفایس، ص۱۳۴

۱۲۔ "میر علی شیر نوایی و عصر او" لیدیا ریگانیاس، دانشکدہ ادبیات تبریز، ش۵، ص۳۲

۱۳۔ تحفہ سامی، ص۲۶۰؛ فرہنگ اعلام سخن، حسن انوری، ج۳، ص۲۲۰۲؛ سبک شناسی، ج۳، ص۲۰۸

۱۴۔ تاریخ ادبیات ایران، ج۳، ص۳۸۴

۱۵۔ تحفہ سامی، ص۲۶۱

۱۶۔ تذکرہ مجالس النفایس، ص۱۳۶

۱۷۔ بابرنامہ، ج۱، ص۲۷۹

۱۸۔ تحفہ سامی، ص۲۵۹؛ بابرنامہ، ج۱، ص۲۷۹

۱۹۔ امیر علی شیر نوایی و عصر او، ص۴۲۴

۲۰۔ تحفہ سامی، ص۲۶۰

۲۱۔ فرہنگ اعلام فارسی، ج۲، ص۲۲۰۲

۲۲۔ امیر علی شیر نوایی و عصر او، ص۴۳۲

۲۳۔ پیوند سیاست و فرہنگ در عصر زوال تیموریان، ص۲۰۸

۲۴۔ تاریخ ادبیات ایران، ج۳، ص۳۸۵؛ تحفہ سامی، ص۲۵۹

۲۵۔ تحفہ سامی، ص۲۵۹

۲۶۔ پیوند سیاست و فرہنگ در عصر زوال تیموریان، ص۲۰۷

۲۷۔ ہمان، ص۲۱۲

۲۸۔ کلیات پشتوی علی شیر نوایی، آریانا، ص۲۴، ش۲۰۱، ۱۳۴۴، بہ نقل از پیوند سیاست و فرہنگ، ص۲۱۲

۱۹۔ بابرنامہ، ج۱، ص۲۸۰

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

۳۰۔ دیوان ظہیر الدین بابر شاہ، مقدمہ، ص سی و ہشت

۳۱۔ بابر نامہ، ج ا، ص ۲۸۰

۳۲۔ اس فرہنگ کا خطی نسخہ شمارہ ۳۵، سالٹی کوف پیٹرزبرگ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا ایک عکس نسخہ ۱۹۶۱ء میں ماسکو میں چھپا اور دوسرا نسخہ سپہ سالار لائبریری تہران میں شمارہ ۱۴ سے موجود ہے۔

۳۳۔ پیوند سیاست و فرہنگ، ص ۲۱۴

۳۴۔ فرہنگ سنگلاخ فرہنگ ترکی بہ فارسی، بہ کوشش روشن خیاوی تصحیح واز طرف نشر مرکز در سال ۱۳۷۴ بہ چاپ رسیدہ است

۳۵۔ امیر علی شیر نوائی و عصر او، ص ۴۳

۳۶۔ محاکمۃ اللغتین، ص ۲۵؛ بہ نقل از پیوند، سیاست و فرہنگ، ص ۲۱۶

۳۷۔ امیر علی شیر نوائی در قصہ ہای اوزبکی، ابوالفضل آزمودہ، راہنمای کتاب، ج ۲۰، ص ۷۹۷۔۸۰۷

۳۸۔ بابر نامہ، ج ا، ص ۲۹۴

۳۹۔ امیر علی شیر نوائی، ص ۴۲۰ و ۴۳۱

۴۰۔ امیر علی شیر نوائی و عصر او، ص ۳۹

۴۱۔ امیر علی شیر نوائی، ص ۴۳۳

۴۲۔ بابر نامہ، ج ا، ص ۳۱۲؛ امیر علی شیر نوائی و عصر او، ص ۳۹

۴۳۔ امیر علی شیر نوائی، ص ۴۳۵

۴۴۔ امیر علی شیر نوائی و عصر اول، ص ۴۶

۴۵۔ دیوان امیر نظام الدین علی شیر نوائی، مقدمہ ص ب۔

۴۶۔ ایضاً، ص ج

۴۷۔ ایضاً، ص ج

۴۸۔ ہلال، ج ۱۹، ش ۵، ص ۲۲

۴۹۔ کلیات سعدی، ص ۵۲۹

۵۰۔ دیوان نوائی، ص ۱۵

۵۱۔ کلیات سعدی، ص ۵۶۹

۵۲۔ دیوان نوائی، ص ۲۹

۵۳۔ کلیات سعدی، ص ۵۶۵

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

۵۴۔ دیوان نوایی، ص ۳۱

۵۵۔ کلیات سعدی، ۹۱۸

۵۶۔ دیوان نوایی، ص ۱۹۶

۵۷۔ دیوان حافظ، ص ۵۰۶

۵۸۔ دیوان نوایی، ص ۲۳۶

۵۹۔ دیوان حافظ، ص ۱۸

۶۰۔ دیوان نوایی، ص ۴۲

۶۱۔ دیوان حافظ، ص ۵۹۸

۶۲۔ دیوان نوایی،

۶۳۔ دیوان حافظ، ص ۶۳۷

۶۴۔ دیوان نوایی، ص ۱۳۴

۶۵۔ میر علی شیر نوایی و عصر او، ص ۴۶

منابع وماخذ

۱۔ اردو دایرۃ المعارف اسلامیہ، ج ۲ / ۱۴، لاہور، دانشگاہ پنجاب

۲۔ امیر علیشیر در قصہ ھای اوزبکی، ابوالفضل آزمودہ، راہنمای کتاب، سال ۲۰، ش ۱۱-۱۲ (بھمن و اسفند ۱۳۵۶)، ص ۷۹۷-۸۰۷

۳۔ امیر علیشیر نوایی، نیکوھمّت، مجلہ وحید، سال ۱۰ (۱۳۵۱) شمارہ ۴، ص ۴۲۹-۴۳۵

۴۔ امیر علیشیر، قویم الدولہ، ارمغان، سال ۲۳، ش ۵۳ (خرداد ۱۳۲۷)

۵۔ امیر علیشیر نوایی، میر غلام حامد، آریانا، سال ۶، ش ۹ (۱۳۲۸)

۶۔ بابرنامہ، ظہیر الدین محمد بابر شاہ، تصحیح محمد رضا نصیری، تہران، انتشارات موقوفات افشار، سال ۱۴۰۲۔

۷۔ پیوست سیاست و فرہنگ در عصر زوال تیموریان، مہدی فراہانی منفرد، تہران، انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، ۱۳۸۲۔

۸۔ تاریخ ادبیات در ایران، ذبیح اللہ صفا، تہران، انتشارات فردوسی، چاپ دوم، ۱۳۶۳۔

۹۔ تحفۂ سامی، تالیف سام میرزا صفوی، تصحیح فاطمہ انگورانی، تہران انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، تہران ۱۳۸۹۔

۱۰۔ تذکرۃ الشعراء، دولت شاہ سمرقندی، تصحیح محمد عباسی، تہران

۱۱۔ حبیب السیر، غیاث الدین خواند میر، بہ اہتمام دبیر سیاقی، تہران، انتشارات خیام، ۱۳۶۲

۱۲۔ دیوان ظہیر الدین محمد بابر، بہ اہتمام شفیقہ یارقین، کابل ۱۳۶۲

۱۳۔ دیوان امیر نظام الدین علیشیر نوائی، بہ اہتمام رکن الدین ہمایون فرخ، تہران، ابن سینا، ۱۳۴۲

۱۴۔ دیوان حافظ، تصحیح پرویز خانلری، تہران، خوارزمی ۱۳۶۲

۱۵۔ سبک شناسی، ملک الشعراء بہار، تہران، امیر کبیر، ۱۳۳۷، ج ۳

۱۶۔ سعدی و نوائی، ہلال، ج ۱۹ (۱۳۵۰)، ش ۵، ص ۲۲-۲۳

۱۷۔ فرہنگ اعلام سخن، حسن انوری، انتشارات سخن، تہران، ۱۳۸۷

۱۸۔ کلیات سعدی، تصحیح محمد علی فروغی، تہران، انتشارات ہرمس، ۱۳۸۵

۱۹۔ لیدیا یاگانیانس، میر علی شیر نوائی و عصر او، نشریہ دانشگاہ ادبیات تبریز، سال اول، ش ۵ (مرداد ۱۳۲۷)، ص ۳۲-۴۶

۲۰۔ مجالس المومنین، میر نظام الدین علیشیر نوائی، بہ اہتمام علی اصغر حکمت، تہران، کتابفروشی منوچہری ۱۳۶۳